اللہ تعالیٰ ربّ العٰلمین ہے

(فرمودہ ۲-جنوری ۱۹۱۴ء بمقام قادیان)

تشہد' تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضرت صاحبزادہ صاحب نے فرمایا:-

اللہ تعالیٰ ربّ العٰلمین ہے اس کے بڑے بڑے رحم انسان کے اُوپر ہیں- کوئی ایسا انسان نہیں جو گن سکے کیونکہ ہر کام میں انسان اس کا محتاج ہے- عمر بھر کے احسان کجُا صرف صبح سے شام تک جو احسان اللہ تعالیٰ انسان پر کرتا ہے وہ بھی کوئی گننے بیٹھے تو نہیں گن سکتا اور پھر ہزاروں احسان تو ایسے ہیں کہ انسان خود بھی نہیں سمجھ سکتا- مثلاً بیسیوں بیماریاں ہیں جو خود بخود پیدا ہوتی ہیں اور خود بخود اللہ تعالیٰ کے فضل سے دور ہوجاتی ہیں- مَیں نے تجربہ کار ڈاکٹروں سے سنا ہے کہ جب انہوں نے کسی انسان کا پوسٹ مارٹم کیا تو معلوم ہوا کہ اسے سِل ہوئی تھی جو اندر ہی اندر اچھی ہوگئی- یہ تو اس قسم کی بیماریوں کا حال ہے جو اپنا نشان پیچھے چھوڑ جاتی ہیں مگر کئی بیماریاں ایسی ہیں جو اپنا نشان نہیں چھوڑتیں- کیا معلوم کہ وہ کس تعداد میں پیدا ہوئیں اور کب اللہ تعالیٰ کے فضل نے انہیں دور کردیا- اسی طرح انسان کو بڑھاپے میں احتیاجیں ہیں' پھر جوانی میں' پھر اس سے پہلے بچپن میں' پھر اس سے پہلے ماں کے پیٹ میں' ان سب کو اللہ تعالیٰ کے احسان نے ہی پورا کیا ہے- پھر ماں کے پیٹ سے پہلے انسان جس حالت میں تھا پھر اس سے پہلے جسے ماں باپ بھی نہیں جانتے ان سب حالتوں میں بھی خدا ہی کے فضل سے انسان اس موجودہ حالت تک پہنچا ہے- خیر! یہ تو پوشیدہ احسانات ہیں ظاہری احسانات کو بھی انسان اگر گِننا چاہے تو نہیں گِن سکتا- باوجود اس کے بہت سے لوگ

ہیں جو سخت احسان فراموش ہیں۔ حالانکہ پیدائش سے پہلے پیدائش کے بعد جوانی بڑھاپے سے گذرتے ہوئے حشر ونشر تک ان احسانات کا سلسلہ چلا جاتا ہے۔ ان احسانات پر غور کرتے ہوئے ہمارا فرض ہوجاتا ہے کہ ہم اس ذاتِ بابرکات کی فرمانبرداری کریں جو ان احسانات کا سرچشمہ ہے۔ مخلوقات میں سے تھوڑا سا بھی کوئی احسان کرتا ہے تو وہ احسان کر کے یہی چاہتا ہے کہ میرا فرمانبردار ہو۔ حالانکہ مخلوق میں سے جو احسان کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا ہی پیدا کردہ ہے پھر جس چیز سے وہ احسان کرتا ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ ہی کی پیدا کی ہوئی ہے۔ اور پھر وہ شفقت اور مہربانی جو باپ یا ماں اپنے بیٹے پر کرتے ہیں وہ بھی خدا ہی نے پیدا کی ہوئی ہے اس لئے اصل میں حمد کے لائق اور احسان ماننے کے قابل تو وہ ہستی ہے جو رَبُّ الْعٰلَمِیْن ہے جس کے احسانات ذرّے ذرّے پر ہویدا ہیں۔ دنیا میں تو ہم دیکھتے ہیں کہ جو کسی پر ذرا بھی احسان کرے تو وہ اس ک[illegible] برداشت نہیں کرتا۔ مگر اللہ تعالیٰ کے احسانوں کا یہ حال ہے کہ چور چوری کرتا ہے [illegible] دیئے ہوئے ہاتھوں سے' اس کی دی ہوئی آنکھوں سے' اس کے دیئے ہوئے پاؤ[illegible]سے' اس کے بنائے ہوئے رستہ پر چل کر اور اتنا نہیں سوچتا کہ مَیں اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کا غلط طور پر استعمال کر کے سُکھ پاسکتا ہوں۔ کیا جس نے دیکھنے کیلئے آنکھیں دیں اس میں یہ طاقت نہیں کہ ان آنکھوں کو اندھا کردے۔ کیا جس نے ہاتھ دیئے اس میں یہ طاقت نہیں کہ ان ہاتھوں کو توڑ دے مگر وہ ایسا نہیں کرتا۔ ان سب باتوں پر جب مجموعی طور سے غور کیا جائے تو بے اختیار زبان سے نکلتا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ [1]۔ لیکن باوجود نافرمانی کے پھر بھی احسان پر احسان دیکھ کر بعض شریر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ خدا کی تائید ہمارے ساتھ ہے اور جو کچھ ہم کرتے ہیں ٹھیک کرتے ہیں۔ اگر جو ہم کرتے ہیں اس کے منشاء کے خلاف ہے تو وہ کیوں اپنے فعل سے ظاہر نہیں کردیتا کہ مَیں کس کے ساتھ ہوں۔ سو اس لئے فرمایا۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ [2] یعنی خدا کی صفت رحمانیت پر غور کرو۔ وہ فرماتا ہے اَلرَّحْمٰنُ۔ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ [3] یعنی مَیں رحمان ہوں اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ میں نے قرآن سکھایا۔ اگر ہم ہر بات کو پسند کرتے اور چوری کو جائز ٹھہرانے والے ہوتے تو دنیا میں اپنی طرف سے قرآن کیوں بھیجتے۔ پھر فرماتا ہے کہ مَیں رحیم بھی ہوں یعنی نیکی کا اعلیٰ سے اعلیٰ بدلہ دینے والا ہوں۔ جب کوئی سچے دل سے نیکی بجالاتا ہے تو اس پر خاص رحمت نازل کرتا ہوں۔

الغرض ربوبیت پر جو اعتراض وارد ہوتا ہے وہ صفت رحمانیت پر غور کرنے سے حل ہوجاتا ہے اور جو رحمانیت پر اعتراض ہوتا ہے وہ صفت رحیمیّت پر غور کرنے سے حل ہوجاتا ہے- صفت رحمانیت نے نیکی سکھائی مگر وہ نیکی پر مجبور نہیں کرتا جیسا کہ بدی پر بھی کوئی مجبور نہیں کرتا- کیونکہ اگر صبر سے کام لیتا اور نیکی بدی کا کرنا انسان کے اپنے اختیار میں نہ ہوتا تو صفت رحیمیت کا ظہور کس طرح ہوتا اور انسان نیکی پر اجر کس طرح پاتا- پھر اس کے ساتھ مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ ۴ بھی فرمادیا- یعنی یہ نہ سمجھو کہ انسان کو خداتعالیٰ نے بالکل کھلا چھوڑدیا ہے بلکہ انعامات کے ساتھ نافرمانی کرنے والوں کو سزائیں بھی مل رہی ہیں- لیکن اس کی صفت ربوبیت ورحمانیت کی وجہ سے یہ نہیں ہوگا کہ جہاں کسی نے بدی کیلئے ہاتھ اٹھایا اس کا ہاتھ کٹ گیا' آنکھ اٹھائی اور وہ اندھی ہوگئی' زبان کھولی تو زبان بند ہوگئی کیونکہ اس طرح تو پھر انسان کی بقا نہیں رہ سکتی اور بقا اول ہے اور کفرواسلام ا[illegible] بعد- جب اس کی ہستی ہی نہ رہی تو کفرواسلام اور اس کیلئے کتبِ الٰہیہ کا نزول اور رسولو[illegible] یونہی بے فائدہ ٹھہرے گی- ہاں نیکی کے حصول کیلئے اور بدی سے رُکنے کیلئے ایک جدوجہد[illegible] ضرورت ہے- اور انسان میں کمزوریاں ہیں اور ان کمزوریوں سے بچنے کیلئے دعا سکھلائی کہ ہمیں سیدھا راستہ دکھا- رستے تو کئی موجود ہیں اور ہر ایک کا دعویٰ ہے کہ ہمارا راستہ ہی سیدھا ہے اس لئے سکھایا کہ یوں کہو وہ رستہ دکھا اور اس پر چلا جو تیرے مُنْعَمْ عَلَیْھِمْ کا رستہ ہے- پھر ایسے لوگ بھی ہیں جو اس رستے پر چلے لیکن انہوں نے وہ رستہ چھوڑدیا یا بوجہ ان کی بدعملیوں کے خدا نے ان سے چھڑادیا اس لئے اس نے بتلایا کہ یوں عرض کرو کہ ہمیں مُنْعَمْ عَلَیْھِمْ کا سیدھا رستہ ہدایت کر اور ان میں سے نہ بنا جن کو تُونے چھوڑ دیا اور نہ ان میں سے بنا جنہوں نے تجھے ترک کردیا- خداتعالیٰ مجھے اور آپ کو صراط مستقیم کی ہدایت کرے-

(الفضل ۷-جنوری ١٩١۴ء)

۱؎ الفاتحة:۲　　　۲؎ الفاتحة:۳　　　۳؎ الرحمٰن:۲'۳

۴؎ الفاتحة:۴